# زندگی

## میری لیوین

ترجمہ: صغیر ملال

''تم کتنے مردہ لوگوں کو جانتے ہو؟'' مایک نے اچانک سوال کیا۔

مجھے معلوم تھا کہ مایک کے مقابلے میں میری معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ لیکن خاموش رہ کر میں خود کو کمتر ثابت نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''تمہارا مطلب ہے جنات...... بھوت وغیرہ؟ میں نے آہستہ سے پوچھا۔

''نہیں'' مایک نے کہا۔ ''میرا مطلب ہے مرے ہوئے انسان.....لاشیں۔ کتنی دیکھی ہیں؟''

''لاشیں؟''

''ہاں''

''لیکن انہیں تو دفن کر دیا جاتا ہے۔ زمین کے اندر''۔

''تین دن تک نہیں دفنایا جاتا''۔ مایک میری کم علمی پر مسکرا رہا تھا۔

''انہیں نہلایا جاتا ہے۔ کھینچ تان کر لٹایا جاتا ہے۔ پھر کوئی شخص ساری رات ان کی نگرانی کرتا ہے۔ تین دن سے زیادہ کی اجازت نہیں ہے ورنہ ان کی آنکھیں ایسی ہو جاتی ہیں''۔ مایک نے اپنی آنکھوں کے نچلے پپوٹے کھینچ کر ڈھیلے اوپر کو اٹھائے اور ایک خوفناک منظر کا عملی مظاہرہ کیا۔ ''ان سے بو آتی ہے...... وہ پھولنے لگتی ہیں''۔ اس نے آنکھوں سے انگلیاں ہٹا کر مزید تفصیل بیان کی۔

''دیکھو دیکھو اگر پڑو گے'' میں نے تیزی سے کہا۔ وہ پھولی ہوئی لاش کا حجم دکھانے کے لئے بازو پھیلا رہا تھا جس سے اس کا توازن بگڑ سکتا تھا میں اور مایک بڑے پھاٹک کے ستونوں پر آمنے سامنے بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

''تم کتنے ایسے لوگوں کو جانتے ہو، مایک جو ـــــ جو مرگئے''۔ میں مایک کے تجربے اور دنیاوی دانش کے سامنے خود کو ہمیشہ بہت بے حیثیت محسوس کرتا تھا۔

''اوہ...... اس نے کندھے اچکائے۔ بے شمار۔ کس کس کا نام لوں مگر یہ طے ہے تم کسی کو نہیں جانتے۔ ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟''

''میرے دادا فوت ہو چکے ہیں''

''کب؟''

''جس سال میں پیدا ہوا تھا۔ میں نے کہا۔ ''میری پیدائش کے دوسرے دن میرے دادا فوت ہو گئے تھے۔ دوسرے ہی دن''۔ میں نے اہمیت جتانے کے لئے بات کو دہرایا۔ یہ وہ بات تھی جو میری موجودگی میں امی اکثر لوگوں کو بتایا کرتی تھیں۔

''چپ کرو، بے وقوف'' مایک کے لہجے میں تمسخر تھا۔ ''تم اپنے دادا کو ان لاشوں میں شمار نہیں کر سکتے جو تم نے دیکھیں۔ اس طرح تو تمہارے دادا کے دادا کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔ اور ان کے دادا کا بھی اور ان کے...... اور ان کے''۔ اچانک جملہ ادھورا چھوڑ کر وہ مجھ پر ہنسنے لگا۔ ''قبرستان ایسے مردوں سے بھرے ہوئے ہیں جن ہیں کوئی نہیں جانتا...... اگر تم کدال اٹھا کر زمین کھودنی شروع کر دو...... کہیں سے بھی...... تو کچھ دیر بعد تمہیں ہڈیاں ملیں گی۔ کیا سمجھے ہڈیاں...... انہیں کون جانتا ہے؟ ہاں! میں انہیں نہیں گنتا جنہیں مرتے ہوئے دیکھا ہی نہیں۔ یا کم از کم جن کی لاش کے سامنے کھڑے نہیں ہوئے جیسے...... جیسے میرے انکل بات تھے۔ کرسی پر بیٹھے ابلا ہوا انڈا کھا رہے تھے اور مر گئے...... بس ایک ہاتھ میں چمچہ دوسرے ہاتھ میں انڈا۔ اور مر گئے...... بس...... اور وہ دو بوڑھی بہنیں۔ اتنی بوڑھی تھیں کہ چھوٹی بڑی کا پتہ ہی نہیں چلتا تھا پہلے ایک مرگئی پھر دوسرے ہفتے دوسری مرگئی۔ لوگ کہنے لگے اتنے کم وقفے سے مرنا تھا تو ساتھ مر جاتیں۔ ایک ہی بار ساری رسمیں ادا ہو جاتیں لیکن...... لیکن وہ ساتھ مرتیں تو میں انہیں ایک ہی لاش گنتا سمجھے؟ بہرحال کتنی ہو گئیں؟؟'' اس نے مجھ سے فخریہ انداز میں پوچھا۔

''تین'' میں نے بجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ اور دل میں دعا کی کہ اسے کوئی اور واقعہ یاد نہ آئے۔

''ٹھیک ہے''۔ اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ''پہلے میں ذرا مزیدار والی لاشیں گن لوں''۔ مایک کو ہرانا محلے کے کسی لڑکے کے بس میں نہیں تھا بچوں کے والدین اسے بگڑا ہوا لڑکا سمجھتے تھے اور اپنے بیٹوں کو اس کی صحبت میں بیٹھنے سے منع کرتے تھے لیکن ہمارے لئے وہ اس منصب پر فائز تھا جس کی سب کے دل میں آرزو تھی۔

''سنو مایک'' میں نے اسے سوچتے ہوئے دیکھ کر کہا۔ ''تم میرے لئے مردے مت سوچو...... جتنے دیکھے ہیں سب بتا دو۔ کیوں کہ میرے لئے تو سب ایک جیسے ہیں۔ میں نے تو آج تک ایک بھی لاش نہیں دیکھی......''

مایک میری جانب دیکھ کر یوں مسکرایا جیسے اسے میری بے چارگی پر ترس آ رہا ہو۔

''میں نے تو ایسے ایسے تابوت دیکھے ہیں''۔ اس نے کہا'' حالانکہ سب سے دل چسپ واقعہ انکل بات ہی کا ہے۔ کیونکہ ابھی زندہ ابھی مردہ کا لطف ہی کچھ اور ہے۔ اس طرح کا موقع تو قسمت سے ملتا ہے۔ لیکن عام لاشیں...... تم نے تو عام مردہ بھی نہیں دیکھا۔ تم ہمیشہ اپنی امی کی گود میں بیٹھے رہے۔ وہاں سے اٹھتے تو کچھ نظر بھی آتا......''

میں نے سر جھکا لیا۔ مجھے شرمندگی ہو رہی تھی۔

''یاد آیا...... سنو، سنو ادھر دیکھو'' مایک اچانک ہاتھ لہراتے ہوئے بولا۔ ''آج ریلوے گارڈ کے گھر کے پیچھے تابوت کی تیاری ہے۔ وہ مرگیا وہ...... ریل کی پٹریوں کے اس طرف پھاٹک والی عورت کا بیٹا...... یاد آیا؟ وہی عورت جو پھاٹک کھولتی بند کرتی ہے تم نے اس کا بیٹا دیکھا تھا؟؟''

''موٹا سا...... لا...... لولا...... وہ''

''ہاں۔ ہاں۔ وہی...... مر گیا...... وہ ہر وقت کرسی پر بیٹھا رہتا تھا۔ دھوپ میں آنکھیں بند کر کے اونگھتا تھا''۔ مایک اب دونوں ہاتھ ہلا رہا تھا۔ وہ ستون سے گرنے کی قطعی پروا نہیں کر رہا تھا۔ ''پھاٹک کھولنے والی کا بیٹا مر گیا...... وہ یہاں سے کھسکا ہوا تھا''۔ مایک نے کنپٹی پر انگلی گھمائی...... بے چارہ...... بہرحال مر گیا...... اچھا ہوا نا، یاد آ گیا؟ تمہاری قسمت...... تمہیں لاش دیکھنے کا موقع مل گیا۔ مل گیا نا؟'' یہ کہہ کر مایک نے ستون سے خاردار جھاڑیوں میں اتنے اطمینان سے چھلانگ لگا دی جیسے کوئی بلی یا کتا دیوار سے کودتا ہے۔ ''اسے کانٹے بھی نہیں چبھتے''۔ میں نے حیرت سے سوچا۔

''چلو! چلو!'' اس نے مجھے کودنے کا اشارہ کیا۔ ''بس یہی موقع ہے تم اپنی فہرست میں ایک مردہ ڈال سکتے ہو۔ لیکن ہمیں وہاں دوسروں سے پہلے پہنچنا پڑے گا۔ چاہے ہم کوئی بھی ہوں اگر ہم وہاں سب سے پہلے پہنچ گئے تو وہ ہمیں دیکھ کر بہت خوش ہوں گے۔ تمام رات کی صفائی ستھرائی اور گھر کو قرینے سے سجانے کے بعد وہ صبح کے وقت لوگوں کی آمد پر کھل جاتے ہیں...... اور بچوں کو دیکھ کر تو وہ جھومنے لگتے ہیں...... میرا مطلب ہے شروع میں تو واقعی خوش ہوتے ہیں۔'' یہ کہہ کر مایک نے آواز بدل کر بوڑھی عورتوں کی نقل اتارنی شروع کر دی...... دیکھو تو کون آیا ہے۔ صاف دل معصوم مخلوق۔ اللہ کے پیارے...... آ جاؤ ننھی سی شفاف جان آ جاؤ۔ اندر چلے آؤ۔''

''یہ کہہ کر وہ تمہیں بہلاتی پھسلاتی اندر لے جاتی ہیں اور ساتھ ساتھ کہتی جاتی ہیں کہ بچوں کی دعا جیسی کوئی دعا نہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ تمہیں بستر تک لے جاتی ہیں اور اپنے ہاتھ سے تمہارے گھٹنے ٹیک دیتی ہیں اور جب تک تم دعا مانگتے ہو یا خالی ہونٹ ہلاتے رہتے ہو، وہ پیار سے تمہاری پیٹھ پر ہاتھ پھیرتی رہتی ہیں۔ لیکن...... شام کو ایسا نہیں ہوتا...... ناں...... بالکل نہیں...... شام تک دوسرے لوگ آ چکے ہوتے ہیں یا پتہ نہیں کیا ہوتا ہے وہ تمہارے پیچھے پڑ جاتی ہیں۔ ''چلو بھاگو یہاں سے شیطانو۔ یہ بچوں کی جگہ نہیں...... منہ بنا رہا ہے؟ اٹھاؤں جھاڑو، ٹھہر جاؤ کم بخت تجھے تو میں......''

''چلو نا'' مایک نے گفتگو کے دوران رک کر کہا۔ ''تم کس سوچ میں ہو؟''

''مجھے امی نے یہاں سے ہٹنے سے منع کیا تھا'' میں نے بے چارگی سے کہا۔

''لیکن امی نے تو تمہیں ستون پر چڑھنے سے بھی منع کیا تھا''۔ مایک چڑ کر بولا۔

''اسی لئے تو تم اتنے سادہ رہ گئے۔ کسی چیز کے بارے میں کچھ پتہ ہی نہیں ہے۔ چلو! چلو! چھلانگ مارو۔ میں تمہیں دنیا دکھاؤں گا۔ اس میں کیا برائی ہے؟ ماں باپ کا تو کام ہی یہ ہے کہ تمہیں دنیا نہ دیکھنے دیں بھلا یہ بھی کوئی بات ہے؟ میں نے تو اپنے والدین کو سمجھا دیا ہے کہ مجھے میری زندگی گزارنے دیں تمہارا کیا بنے گا؟ تم ایسے ہی پنجرے کے پنچھی رہ جاؤ گے۔ امی کی گود میں ہی بیٹھ کر زندگی گزار دینا۔ واہ بھئی واہ۔ تمہارا انجام سوچ کر تو ہنسی آتی ہے'' وہ مجھے غور سے دیکھ کر مسکرانے لگا۔

سردیوں کی ہلکی ہلکی تپش والی خوشگوار دھوپ میں ہم دونوں قصبے کے نواحی علاقے کی سمت چل پڑے۔ یہاں گاڑی کی پٹریاں کچھ فاصلے تک دو کے بجائے چار ہو جاتی تھیں۔ اور پھر آگے وہ پٹریاں واضح طور پر دائیں جانب گھوم جاتی تھیں۔ یہیں پر پھاٹک کھولنے بند کرنے والی رہتی تھی۔ پٹریوں سے ذرا سا ہٹ کر ایک بھورے رنگ کا چھوٹا سا مکان تھا اس کے برآمدے میں کھڑی معذوروں کی کرسی پر کوئی چیز حرکت کرتی رہتی تھی۔ جب میں چھوٹا تھا تو امی میری انگلی پکڑ کر مجھے بھی اپنے ساتھ کھلے مقام پر چہل قدمی کے لئے لے جاتی تھیں۔ اکثر یوں ہوتا کہ ہمیں پھاٹک کھلنے کے انتظار میں کھڑے رہنا پڑتا۔ اگر دندناتی ہوئی گاڑی گزرنے کے بعد بھی پھاٹک کھلنے میں دیر ہوتی تو امی اس بڑھیا کی سستی سے چڑ جاتی تھیں۔

''اب کیا مسئلہ ہے؟'' امی بے صبری سے کہتیں۔

''مجھے سگنل کھلنے کا انتظار کرنا ہے، میڈم'' عورت اطمینان سے کہتی۔ ''آپ کو دیر ہو رہی ہے تو چھوٹے گیٹ سے خود نکل جائیں۔ مگر میری ذمہ داری نہیں ہوگی''

''اوہ نہیں۔ ہمیں ایسی کوئی جلدی نہیں ہے۔ ہم صحیح راستہ اختیار کریں گے''۔ مجھے یقین تھا کہ اگر میں ساتھ نہ ہوتا تو امی چھوٹا گیٹ کھول کر دائیں بائیں دیکھتیں پٹریاں پار کر جاتیں لیکن وہ مجھے درست راستہ اختیار کرنے کا سبق سکھانا چاہتی تھیں۔ حالانکہ وہ ایسا نہ بھی کرتیں تو میرے گمراہ ہونے کا امکان نہیں تھا اس لئے کہ مایک نے مجھے بتایا تھا کہ پٹری پر رکھے آدھی چپنی کے سکے پر سے ٹرین گزر جائے تو وہ پوری چپنی کے برابر ہو جاتا ہے اور مجھے کوئی خواہش نہیں تھی کہ میں کچل کر ابا کے برابر ہو جاؤں۔ اس کے علاوہ مجھے پٹری عبور کرنے سے زیادہ اس بھورے رنگ کے مکان میں دلچسپی تھی جس کے برآمدے میں پہیوں والی کرسی پر ایک انتہائی موٹا لڑکا دھوپ تاپتا تھا اس لڑکے کی گردن خود بخود ہلنے لگتی تو مجھے ہنسی آتی ایک لحاظ سے وہ لڑکا مجھے خوش نصیب معلوم ہوتا تھا کہ جب چاہے پہیوں والی کرسی پر سیر کر سکتا ہے۔ ہمارے گھر کے لان میں بہت سی کرسیاں پڑی تھیں مگر کسی ایک میں بھی پہیے نہیں تھے کہ ذرا ادھر ادھر سواری ہی کر لیں۔

''یہ عورت اسے رات کو اندر لے جاتی ہوگی'' میں نے امی سے پوچھا۔

''ارے۔ اور کیا؟ حد ہو گئی'' امی نے حیرت سے کہا۔ ''تو تمہارا خیال ہے باہر پڑے رہتے ہوں گے؟ حد ہو گئی''۔

میں خاموش ہو گیا۔ امی سمجھیں میں لڑکے کے بارے میں پوچھ رہا ہوں، جبکہ میرا سوال کرسی کے بارے میں تھا۔

''...... ارے تم اسے گھورو مت'' امی کا مزاج برہم ہو گیا تھا۔ ''تمہیں ہزار مرتبہ سمجھایا ہے لوگوں کو گھورتے نہیں ہیں ــــ تمہیں کب عقل آئے گی؟''

جب پھاٹک کھل جاتا اور ہم تیز تیز قدم اٹھاتے چل پڑتے تو فقط اس لمحے امی گھوم کر اس کی جانب دیکھتیں اور عورت سے پوچھتیں۔ ''آج اس کا کیا حال ہے؟''

''خراب ہی ہے'' عورت ہمیشہ یہی جواب دیتی تھی کبھی کبھی وہ اس میں کسی بات کا اضافہ کر دیتی۔ ''معلوم نہیں کیوں خدا نے مجھے اتنی کڑی آزمائش میں ڈالا۔ خدا کی باتیں خدا ہی جانتا ہے۔''

''اس میں بھی کوئی بہتری ہوگی۔'' امی نیم دلی سے کہتیں اور پھر پٹریوں کے دوسرے سمت پہنچ کر دم لیتیں۔ یہاں انہیں اچانک میری موجودگی کا خیال آتا۔ ''یہ...... یہ پھاٹک ہمیشہ ہی بند ملتا ہے، چاہے کوئی بھی وقت ہو''۔ وہ مجھ سے کچھ کہنے کی خاطر کہتیں۔

اور آج زندگی میں پہلی مرتبہ میں نے دیکھا کہ پھاٹک مستقل کھلا تھا۔

''آج پھاٹک کی نگرانی کوئی نہیں کر رہا'' میں نے کہا۔

''آج وہ باؤلے کی لاش پر بیٹھے یا پھاٹک کا خیال رکھے'' مایک نے جواب دیا۔

''ٹھہرو، مایک'' میں گھبرا گیا ''میرا خیال ہے مجھے لاش نہیں دیکھنی چاہئے''

"کیوں؟"

"پچھلے سال میری ایک آنٹی کا انتقال ہوا تو انہوں نے مجھے کمرے سے باہر بٹھائے رکھا۔ سب باری باری اندر جاتے رہے مگر کوئی نہ کوئی میرے ساتھ باہر رک کر باتیں کرتا تھا تاکہ...... تاکہ میرا دل بہلا رہے۔"

"کیوں؟"

"پتہ نہیں...... میرے خیال میں وہ سمجھتے ہیں بچہ ڈر جاتا ہے بعد میں اسے برے برے خواب آتے ہیں۔ تابوت اور قبریں اور کفن......"

مائیک چمکدار پٹریوں کے درمیان کھڑے ہو کر ہنسنے لگا۔ "تم بالکل بچے ہو۔ تمہیں تو انگلی پکڑ کر چلانا پڑے گا۔" پھر وہ کچھ دیر تک مجھے رحم بھری نظروں سے دیکھنے کے بعد آہستہ آہستہ بولا۔ "ابھی تم مردوں سے ڈرتے ہو، اور ابھی...... اور ابھی کھلے ہوئے پھاٹک سے۔ پھاٹک کھلا بھی رہ گیا تو کیا ہو جائے گا تمہاری آنکھیں نہیں ہیں؟ کان نہیں ہیں؟ اور...... اور ٹانگیں تو ہیں۔ ٹرین آ بھی گئی تو کیا ہوگا...... ٹانگیں تو ہیں۔ چلو آؤ۔"

"ہم سب سے پہلے پہنچے ہیں" مائیک نے بھورے مکان کے سامنے پہنچ کر کہا۔

"بہت ہی جلدی پہنچ گئے" مائیک نے زیر لب دہرایا، اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا مکان کے عقب میں بڑی کھڑکی سے جھانکنے لگا۔ میں نے بھی شیشے کے ایک کونے سے آنکھیں لگا کر اندر دیکھا۔ کمرہ نیم تاریک تھا لیکن جو کچھ نظر آیا اس نے مجھے حیرت زدہ کر دیا۔

میں اس منظر سے جدا نہیں ہونا چاہتا تھا لیکن مائیک نے مجھے کندھوں سے پکڑ کر کھینچا۔ "ابھی گھر والے بالکل تیار نہیں ہیں۔ چلو چلیں" اس کی دلچسپی کم ہو رہی تھی مگر میرا تجسس بڑھ گیا تھا۔

"تم کبھی پٹریوں کے درمیان دور تک چلتے گئے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"مجھے پٹریوں کے درمیان چلنے کی اجازت نہیں ہے...... اور شوق بھی نہیں ہے۔ میں نے بے صبری سے کہا۔ "مجھے کھڑکی سے جھانکنے دو۔ میں کمرہ دیکھنا چاہتا ہوں" میں مائیک سے بازو چھڑا کر بھاگا اور دوبارہ شیشے سے آنکھیں جوڑ دیں۔

بستر پر پھولے ہوئے آدمی کو لیٹے دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے پتھر کی سل پر انسان کے نقوش ابھارے گئے ہوں۔ سوائے سر کے بالوں کے، وہ چہرے سے پاؤں تک مکمل پتھرایا ہوا تھا۔ گڑیا کے بالوں کی طرح فقط اس کے ملائم سرخ بال حقیقی اور زندہ لگ رہے تھے۔

"مائیک، مجھے ذرا اوپر کرنا" میں نے کھڑکی سے منہ ہٹائے بغیر کہا۔

"پاگل ہوئے ہو" مائیک کے چیخنے پر میں نے گھوم کر اس کی جانب دیکھا۔

"اگر کسی نے تمہیں اندر جھانکتے دیکھ لیا تو وہ تمہارے سر سے فٹ بال کھیلیں گے یوں" اس نے ایک سفید پتھر کو اس طرح ٹھوکر ماری کہ پتھر کی سطح پر اس کے جوتے کی کالی پالش کا داغ رہ گیا۔

"یہ حقیقت ہے" اچانک ایک آواز پر ہم دونوں کے سر گھوم گئے۔ "اگر تم نے ایک لمحے میں اپنی منحوس شکلیں گم نہ کیں تو میں تمہاری ٹانگیں توڑ کر درخت سے لٹکا دوں گی۔ مردودو تم لاشوں سے بھی دور نہیں رہ سکتے۔" کالے کپڑوں میں ملبوس ایک دبلی پتلی عورت ہمیں مار بھگانے کے لئے آستینیں چڑھا رہی تھی۔ لیکن اس سے پہلے کہ ہم پھاٹک مار کر پھولوں کی باڑھ عبور کر جاتے، ایک اور آواز نے ہمارے قدم روک لئے۔ "موت کے گھر کا دروازہ سب کے لئے کھلا ہوتا ہے" یہ اس عورت کی آواز تھی جو پھاٹک کی نگرانی کرتی تھی۔

"ارے یہ آس پاس کے شریر لڑکے ہیں"۔ پہلی عورت نے دوسری کو سمجھانا چاہا۔

"وہ بھی ایک لڑکا ہی تھا"۔ پھاٹک والی کے لہجے میں گہری اداسی تھی۔ "ہاں اس کے نصیب میں شرارتیں نہیں تھیں اس لئے وہ حقیقی بچپن گزار ہی نہیں سکا۔ پادری بھی تو کہتا ہے اس کے لئے دعاؤں کی بھی ضرورت نہیں۔ اس نے مکمل معصومیت کی حالت میں دنیا چھوڑی ہے۔" عورت ایک لمحے کے لئے خاموش ہو گئی۔ پھر یکدم اس کی آنکھیں سرخ اور چمکدار ہو گئیں "کتنی عجیب بات ہے" وہ گلو گیر لہجے میں بولی۔ "بچپن میں وہ بڑے آدمیوں جیسا لگتا تھا اور بڑا ہو کر وہ بچوں جیسا ہو گیا تھا" وہ دھیرے دھیرے رونے لگی۔ اس کا بھی جی چاہتا تھا کہ وہ بچوں کے ساتھ کھیلے مگر دوسرے بچے اس کے ساتھ وقت ضائع کیوں کرتے؟! اسے کیسے کسی قابل سمجھتے۔"

مجھے یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ ہم سے مخاطب ہے یا دوسری عورت سے بات کر رہی ہے۔ میں اسے یہ بتانے کے لئے بے تاب ہو رہا تھا کہ مجھے اس کے بیٹے کے ساتھ کھیلنے میں کوئی اعتراض نہ ہوتا...... لیکن شاید میری امی یہ بات پسند نہ کرتیں ورنہ پہیوں والی کرسی کے مالک سے کھیلنے میں تو مزا آتا۔ مگر میں کچھ سوچ کر خاموش رہا اور یہ اچھا ہی ہوا کیوں کہ ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ وہ تمام وقت دوسری عورت سے بات کر رہی تھی۔

"صبر کرو۔ صبر کرو"۔ دوسری عورت ہمدردی سے بولی۔ "دیکھو یہ بھی اچھا ہوا کہ خدا نے تم سے پہلے اسے اٹھا لیا ورنہ...... ماں جیسا کون خیال رکھ سکتا ہے۔"

"میں یہی دعا کرتی تھی"۔ پھاٹک والی نے کہا "لیکن...... لیکن یہ بھی کتنی غیر فطری بات ہے۔" اب وہ ہچکیاں لینے لگی تھی۔ "کتنی غیر فطری بات ہے یہ کہ ماں کو اپنے بچے کی موت کی دعا مانگنی پڑے۔ ہر ماں اپنے بچوں سے پہلے مرنے کی دعا مانگتی ہے اور میں...... اور میں اس کے برعکس جسے دنیا میں لائی اس کے خاتمے کی خواہش کرتی رہی۔ اسی کی بہتری کے لئے مگر بہر حال وہ جیسا بھی تھا زندہ تو رہنا چاہتا تھا۔ تم بھی نہیں سمجھ سکو گی میرے دل پر کیا گزر رہی ہے۔ کسی اور کے ساتھ یہ واقعہ پیش آتا تو میں بھی نہ سمجھ سکتی...... دراصل ہم ایک دوسرے کے دکھ درد کو محسوس ہی نہیں کر سکتے۔ جس کا غم ہوتا ہے وہی جانتا ہے...... وہی جانتا ہے۔" یہ کہہ کر وہ بلند آواز سے رونے لگی۔ اس کے بال بکھر گئے تھے اور وہ کچھ کچھ پاگل سی لگ رہی تھی۔

"وقت مرہم رکھتا ہے...... وقت گزرنے دو۔ تم مختلف محسوس کرو گی۔" دوسری عورت نے اسے گھر کی جانب کھینچتے ہوئے کہا۔

"واقعی؟" وہ حیرت سے بولی "سب یہی کہتے ہیں۔ سب...... ممکن ہے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کچھ بھی یاد نہ آئے...... لیکن یہ تو اور بھی بری بات ہے!!" اس نے دوسری عورت سے بازو چھڑا لیا اور چیخنے لگی "یہ تو بہت بری بات ہے۔ بہت بری بات ہے...... یہ تو ایسا ہوگا جیسے وہ ایک بوجھ تھا جو اتر گیا۔ بوجھ اتار پھینکا...... دعائیں مانگ مانگ کر۔"

دوسری عورت کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ اس نے ایک مرتبہ پھر ہمیں بھاگنے کا اشارہ کیا۔ لیکن روتی ہوئی عورت نے ہمارے ہاتھ پکڑ لئے۔ "اندر چلو۔ وہ ابھی زمین کے اندر نہیں گیا ہے ابھی تم اسے دیکھ سکتے ہو" وہ ہمیں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے بستر تک لے گئی۔ "جھک جاؤ۔ اس کے لئے جھک کر دعا مانگو...... دل سے...... تمہارا دوست تھا" اس نے ہمیں زبردستی گھٹنوں کے بل کھڑا کر دیا۔ پھر اس کی آواز بہت نرم اور دھیمی ہو گئی۔ "وہ خود اپنے لئے دعا مانگنے کے قابل نہیں تھا۔ میں نے بہت کوشش کی کہ وہ دعا مانگنا سیکھ جائے لیکن...... لیکن وہ اس دنیا کے لئے بنا ہی نہیں تھا۔ میں اسے پھول دکھا کر کہتی دیکھو یہ پھول کتنا خوبصورت ہے اسے خدا نے بنایا ہے تو پتہ ہے وہ کیا کہتا تھا؟" وہ جملہ مکمل کرنے سے پہلے آنسوؤں سے لبریز آواز میں ہنسی اور پھر ایک دم سنجیدہ ہو گئی۔ "وہ کہتا تھا، خدا پھول بنانے کے لئے زمین پر آتا ہے پھر وہ گھوم کر پیچھے دیکھتا تھا جیسے خدا اس کے پیچھے کھڑا ہے...... لیکن پادری کہتا ہے خدا اس کی بات کا برا نہیں مانے گا۔ خدا ایسے لوگوں سے پیار کرتا ہے۔ خدا سب بچوں سے پیار کرتا ہے۔ ان کی دعائیں قبول کرتا ہے...... تم اس کے لئے دعا کرو۔ دعا کرو...... دل سے......"

عورت باہر چلی گئی۔ مگر مجھے اب اس کی باتیں سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ میں بستر پر لیٹے شخص کو دیکھ رہا تھا۔ عورت اسے بچہ کیوں کہہ رہی ہے جو بوڑھا آدمی ہے۔ اتنا بڑا!! اتنا موٹا"۔

اچانک عورت اس کا ہاتھ پکڑ کر سہلانے لگی۔ "کاش تم انہیں دیکھ سکتے۔ یہ وہ پیارے بچے ہیں جو ملنے آئے ہیں" پھر اس کی آواز دوبارہ لرزنے لگی۔ اور اس کی آنکھوں میں دریا امڈ آیا۔ "کبھی کسی ماں نے اپنے بچے کو اس دنیا میں آنے کی اجازت نہیں دی۔ میرا بچہ بھی کسی دوسرے بچے کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکا۔ اس نے تنہا زندگی گزاری۔ مکمل تنہائی......" وہ بلند آواز سے رونے لگی۔ مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ عورت کو کس طرح تسلی دوں۔ یہ انتہائی دردناک صورتحال تھی۔ مجھے پہلے معلوم ہوتا تو میں اس کے ساتھ کھیلنے کے لئے آ جاتا۔ لیکن اب کیا ہو سکتا ہے؟ میں نے انکھیوں سے خوفناک آواز میں روتی عورت کی طرف دیکھا۔

"اس سے ہاتھ ملاؤ۔" عورت نے اشارہ کیا۔ "یہ خوش ہو جائے گا ابھی یہ زمین میں نہیں اترا ہے۔ ابھی یہ زمین کے اوپر ہے۔ اس کی زمینی زندگی ختم نہیں ہوئی۔ شاباش" میں نے اس سے ہاتھ ملانے کے لئے آگے بڑھایا تو عورت کے منتشر ذہن میں ایک اور خیال بجلی کی طرح کوندا "نہیں ٹھہرو! وہ تڑپ کر بولی۔ "یہ لو......" یہ اس نے ایک کنگھی میری جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اس کے بال سنوار دو۔"

میں عورت کے ہاتھ سے کنگھی لیتے ہی والا تھا کہ مائیک مجھے اور عورت کو دھکیلتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ "نکلو یہاں سے فوراً" اس نے میرے بازو کو یوں جھنجھوڑا جیسے مجھے گہری نیند سے جگا رہا ہو۔ میں نے مائیک کا اشارہ سمجھنے میں دیر نہیں لگائی، اور جست لگا کر اس کے پیچھے دوڑنے لگا۔ ریل کی پٹریاں پار کرنے کے بعد ہماری رفتار کم ہوئی تو میں نے مائیک سے کہا "چلو جو کچھ بھی ہوا مگر میں اب تو کہہ سکتا ہوں کہ میں نے بھی ایک لاش دیکھی ہے۔"

"کہہ تو سکتے ہو"۔ اس نے پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان جواب دیا۔ "مگر ایک لحاظ سے اسے اصلی لاشوں میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔"

"کیوں؟" میں الجھ گیا۔

"یہ تو......" وہ مناسب لفظوں کی تلاش میں کچھ دیر کے لئے خاموش ہو گیا۔

"یہ تو زندگی میں بھی مردہ تھا۔ تمہیں بتایا ہے نا...... یہ" اس نے ایک بار پھر اپنی کنپٹی پر انگلی گھمائی۔ "یہ یہاں سے آدھا تھا۔ آدھا بھی نہیں تھا۔"

"لیکن بستر پر پورا لگ رہا تھا۔" میں نے اصرار کیا۔

"ارے اب اسے دفع کرو...... آؤ چبوترے پر بیٹھیں"۔ مائیک نے کہا۔

"تم بیٹھو میں تو گھر جاؤں گا۔" یہ کہہ کر میں گھر کی سمت بھاگنے لگا۔ میں جلد از جلد گھر پہنچ کر امی سے بات کرنا چاہتا تھا۔ میں نے آج اتنا کچھ دیکھا اور محسوس کیا تھا کہ میں صبح تک اس موضوع پر بات کر سکتا تھا مردے اور تابوت اور کفن اور قبریں...... اور رات بھر جاگ کر مردے پر نظر رکھنے والے اور سب سے بڑھ کر یہ میں موت کو پہچان گیا تھا۔ موت کتنی عجیب چیز ہے۔ موت پر کوئی بات ہی نہیں کرتا۔ موت نے مجھے حیران کر دیا تھا۔ گھر کے تمام بالغ افراد تو موت کو کئی بار دیکھ چکے ہیں تو پھر وہ موت کے موضوع پر گفتگو کیوں نہیں کرتے۔ مجھے یقین تھا وہ مجھ سے چھپ کر تمام وقت موت کے بارے ہی میں باتیں کرتے ہیں۔ ان لاشوں کے بارے میں جن کے لئے انہوں نے دعائیں کیں۔ وہ مردے جوان کے سامنے تابوتوں میں رکھے گئے اور......

"اپنے پاؤں صاف کر کے اندر آنا۔" امی نے مجھے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر بلند آواز سے کہا۔ "آج ہی فرش صاف کیا ہے۔" اتنے میں ان کی نظر میرے بڑے بھائی پر پڑی جو دوسرے دروازے سے اپنی سائیکل اندر لا رہا تھا۔ "اور تم...... تم اپنے گندے ٹائروں والی بلا کو باہر کھڑا کرو۔ جاؤ فوراً نکلو" وہ اسے دھکیل کر واپس گھومیں تو انہوں نے ابا کو دیکھا جو باورچی خانے سے ایک کھلے برتن میں گرم پانی لئے نکل رہے تھے۔ وہ حسب عادت گرم پانی میں پاؤں ڈال کر آتش دان کے سامنے بیٹھنے والے تھے۔ "یہ پاؤں دھونے کی جگہ نہیں ہے...... غسل خانے میں جاؤ"۔ امی نے انہیں روکتے ہوئے کہا۔ ابا مسکرانے لگے "میں پانی چھلکاؤں گا نہیں۔ وعدہ!" امی نے ٹھنڈی سانس بھری۔ "تم لوگ میری بات نہیں مانو گے۔ تم گھر کو صاف نہیں رہنے دو گے"۔ یہ کہہ کر وہ دھیرے دھیرے مسکرانے لگیں۔ "ویسے گھر کا سب سے آرام دہ اور گرم کمرہ تو یہی ہے۔ باورچی خانہ بھی ساتھ ہے۔ تمہیں کھانے کی خوشبو بھی آتی رہتی ہے۔"

"اور تم بھی نظر آتی رہتی ہو۔" ابا نے پیار سے کہا۔

"خیر مجھے دیکھ کر تو تم مایوس ہی ہوتے ہو۔ امی کی آواز میں مصنوعی غصہ تھا۔ اس انداز میں بات کرنے کے بعد وہ ہمیشہ گردن اونچی کر کے خود کو آئینے میں دیکھتی تھیں اور اپنے سراپے پر نظر ڈال کر ہلکی سی شرماہٹ کے ساتھ مسکراتی تھیں انہیں معلوم تھا کہ وہ بہت خوبصورت ہیں۔

"وقت گزرنے کے ساتھ تمہارے حسن میں اضافہ ہو رہا ہے اور تمہاری صحت بھی...... ابا نے شرارت سے ہنستے ہوئے کہا۔

"اوہ تم پھر بچوں کے سامنے...... کچھ تو خیال کرو اب ہم بوڑھے ہو رہے ہیں"۔

ہمیشہ کی طرح امی کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں اور ان کے رخسار گلابی ہو گئے تھے۔ "اور تم...... کبھی تم اپنی انگلیاں زخمی کر لو گے۔ تمہارا ہاتھ پہیے میں پھنس جائے گا۔" وہ میرے بھائی کو روکنے کے لئے چل دیں۔ جواب اپنی سائیکل کو گدی پر کھڑا کر کے اس کا پچھلا پہیہ زور زور سے گھما رہا تھا۔

"...... اور تمہارے یہ لمبے لمبے بال پہیے میں پھنس جائیں گے۔ مجھے تمہارے بال زیادہ عزیز ہیں" ابا نے امی کو بالوں سے پکڑ کر روک لیا۔ امی کے دراز بالوں کی دلکشی پورے خاندان میں مشہور تھی۔

"خدا کے لئے مجھے جانے دو" امی نے غصے کی اداکاری میں شدت کا رنگ بھرتے ہوئے کہا۔ "تمہیں کب عقل آئے گی؟"

"مجھے کبھی بھی عقل نہیں آئے گی"۔ ابا نے قہقہہ لگایا۔ "اور میں بھی نہیں چاہتا کہ تمہیں زیادہ عقل آ جائے مجھے تم احمق ہی اچھی لگتی ہو۔"

"ہماری اولاد بالغ ہو گئی مگر تم بچے ہی رہے۔ امی نے اپنے بال چھڑانے کے لئے زور لگاتے ہوئے کہا۔

"بچہ!" ابا نے ہماری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اگر تمہاری امی کے ہاتھوں میں بھی اتنی طاقت ہوتی جتنی زبان میں طاقت ہے تو یہ اب تک اپنے بال چھڑا چکی ہوتیں۔ مگر افسوس......" یہ کہہ کر انہوں نے پھر قہقہہ لگایا۔ اور اس مرتبہ امی بھی کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔ ابا نے ان کے بال چھوڑ دیے لیکن وہ بدستور ابا کے ساتھ کھڑی ہنستی رہیں۔

مجھے خیال آیا کہ میں امی سے آج کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ وہ ریلوے کراسنگ پر رہنے والا بچہ۔ اس کی میت...... اور گھروں سے اٹھنے والے جنازے...... اور...... لیکن امی اور میری بہنیں کھانا لگانے کی تیاری کر رہی تھیں اور ابا آتش دان کے سامنے بیٹھے مسکرا رہے تھے اور بھیا سائیکل کے پہیے کو پوری قوت سے گھمانے میں مصروف تھا...... اور میرے ذہن سے جنازوں کا تصور آہستہ آہستہ معدوم ہو رہا تھا۔